ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

حامد یزدانی کے افسانوں کا موضوعاتی مطالعہ

THEMATIC STUDY OF HAMID YAZDANI'S SHORT STORIES

حافظہ اصفی مریم
ایم فل سکالر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر سمیرا اکبر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:
Hamid Yazdani is an important writer of contemporary Urdu Literature. He is a multi-dimensional writer. Basically he is poet, His four anthologies has been published. He writes columns for the famous Urdu website Humsub. He also writes short stories. His first collection of short stories has been published in 2022 titled "Khali Balti aur dosray afsany" from Sanjh publication Lahore. There is a great diversity and variety in the themes of his short stories. Hamid Yazdani not only made the internal and external problems of the human being the subject of his short stories, but also made important and delicate issues like political corruption, extremism, terrorism, sectarianism the subject of his fictions.

Key words: Hamid Yazdani, Urdu, Short stories, Themes, Extremism, Terrorism

حامد یزدانی عصرِ حاضر کے ایک نمایاں قلم کار ہیں۔ ان کی تخلیقی شخصیت کی کئی جہات ہیں انھوں نے نظم و نثر دونوں میں طبع آزمائی کی۔ ان کے چار شعری مجموعے (ابھی اک خواب رہتا ہے، رات دی نیلی چُپ، گہری شام کی بیلیں اور اطاعت) شائع ہو کر علمی و ادبی حلقوں سے داد و تحسین وصول کر چکے ہیں۔ نثر میں اس کا وسیلہ اظہار افسانے اور کالم ہیں۔ انہوں نے اُردو اور پنجابی دونوں زبانوں کو ذریعۂ اظہار بنایا۔ حال ہی میں ان کا افسانوی مجموعہ ''خالی بالٹی اور دوسرے افسانے'' منظرِ عام پر آیا۔ ان کے اس مجموعہ میں اٹھارہ افسانے شامل ہیں، جن کے عنوانات درج ذیل ہیں:

۱۔ دیوار ۲۔ خاکی تھیلا ۳۔ چارسدہ ۴۔ دھمال ۵۔ نوشاپنگ زون
۶۔ Love Letter ۷۔ دروازہ ۸۔ حوض ۹۔ پیڑ ۱۰۔ ٹیوب
۱۱۔ مرغولے ۱۲۔ خالی بالٹی ۱۳۔ وہ اور وہ ۱۴۔ رات ۱۵۔ دُھند
۱۶۔ کہانی ۱۷۔ کوّے ۱۸۔ ایک جلاوطن شہر کا حزنیہ

سیّد حامد یزدانی ۱۹۴۱ء کو لائل پور (فیصل آباد) پاکستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد یزدانی جالندھری بھی شاعر تھے۔ حامد یزدانی نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے سوشیالوجی کیا۔ بعد ازاں انھوں نے گوئٹے انسٹیٹیوٹ سے چھ ماہ کا جرمن زبان سیکھنے کا کورس کیا، پھر وہ ۱۹۹۰ء میں سکالر شپ پر مزید تعلیم حاصل کرنے یونیورسٹی آف کولون، جرمنی چلے گئے۔ تین سال بعد وطن واپس لوٹنے کے بعد کینیڈا چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں سوشل ورکر کا ڈپلومہ کیا۔ اس کے علاوہ وہ امیگرنٹ سروسز وائے ایم سی اے، فیملی اینڈ چلڈرنز سروسز (اونٹاریو، کینیڈا) ڈوئچے ویلے، وائس آف جرمنی (کولون، جرمنی) جیسے نامور اداروں سے وابستہ رہے۔ [۱]

افسانہ نگاری کے آغاز کے بارے میں حامد یزدانی کا کہنا ہے کہ کہانی سننے اور سنانے کا شوق بھی ان میں بچپن سے موجود تھا۔ یہ کہانیاں اپنے والدِ محترم سے رات کو سونے سے پہلی باقاعدگی کے ساتھ سنا کرتے۔ اس کے علاوہ گلی محلے کے دوستوں سے بھی کہانیاں سنا کرتے اور ان کو سنایا کرتے تھے۔ انھوں نے آٹھویں جماعت میں دو ناولٹ

بھی لکھے جس پر ان کے سکول کے اساتذہ نے ان کی بہت حوصلہ افزائی کی اور اُنھیں ان ناولٹوں کو اور بہتر بنانے کی ترغیب بھی دی۔ ان ناولٹوں کی کہانی اور موضوعات کے متعلق وہ کہتے ہیں:

> ''زمانۂ طالبِ علمی میں جو دو ناولٹ میں نے لکھے تھے ان میں سے ایک کا نام ''سمندر بلائیں'' تھا جو سمندر کے طوفان میں پھنسے ایک جہاز کے عملے اور مسافروں کی ہمت کی کہانی تھی۔ دوسرے ناولٹ کا نام ''سلمان کا اغوا'' تھا جو سراغ رسانی کی ایک کہانی تھی کہ کس طرح کچھ دوست مل کر اپنے گم شدہ دوست کی بازیافت کرتے ہیں۔''[۲]

ان کے پہلے افسانوی مجموعے ''خالی بالٹی اور دوسرے افسانے'' میں شامل کہانیاں ہم پر منکشف کرتی ہیں کہ ان کے ہاں زبردست موضوعاتی تنوع پایا جاتا ہے۔ حامد یزدانی نے اس مجموعے میں اٹھارہ افسانے شامل کیے ہیں جن میں سے بیشتر پڑھنے والے کو اپنی جانب متوجہ کرتے اور دُور تک اس کے ساتھ چلتے ہیں۔

حامد یزدانی نے اپنی زندگی کی ابتدائی تین دہائیاں پاکستان میں یعنی لاہور میں بسر کیں، پھر انھیں ریڈیو دوئچے ویلے آف جرمنی کی اُردو نشریات سے منسلک ہو کر جرمنی جانا پڑا وہاں سے واپس آئے، لیکچرار شپ کا بھی پھر سے آغاز کیا اور وائس آف جرمنی کے نمائندے کے طور پر بھی کام کیا مگر اب ان کا جی یہاں لگا نہیں اور انھوں نے ایک بار پھر رختِ سفر باندھا اور کینیڈا چلے گئے اور بس وہیں بس گئے۔ اس دوران میں انھوں نے کتنے ہی شہروں، ملکوں، ثقافتوں اور افراد کو قریب سے دیکا یوں مختلف معاشروں میں رہنے اور مختلف تہذیبوں میں زندگی بسر کرنے سے ان کے ذہنی اور فکری اُفق کو وہ وسعت اور زندگی کے تجربے کو وہ گہرائی عطا ہوئی جو ایک اچھے افسانہ نگار کے لیے بنیادی شرط ہے۔ حامد کے افسانوں میں بیک وقت مختلف تہذیبوں میں زندگی بسر کرتے لوگوں کے مابین سماجی اور ذہنی تال میل کی عمدہ تصویر کشی ملتی ہے۔ وہ لوگ جن میں کئی باتیں مشترک اور کئی باتیں مختلف ہیں۔ اس لیے وہ بظاہر یکساں زمان و مکان میں رہتے ہوئے بھی چیزوں کو مختلف انداز سے دیکھتے ہیں اور اپنے اپنے حوالے سے ان کی تفہیم کرتے ہیں۔

"خالی بالٹی اور دوسرے افسانے" کے آغاز میں دو افسانے ''دیوار'' اور ''خاکی تھیلا'' ہیں جن میں سے ''دیوار'' جرمن اتحاد اور ''خاکی تھیلا'' کووڈ ۱۹ یعنی موجودہ عہد کی یادگار ہے۔ حامد نے ۸۰ کی دہائی میں لاہور کے ادبی حلقوں میں دائیں اور بائیں بازو کے ادیبوں دانش وروں کے درمیان چلنے والی بحثوں کو دیکھا اور سنا ہے۔ اس نے سوشلسٹ ادیبوں کو ان کے عروج پر بھی دیکھا ہے اور پھر شکستِ خواب کے بعد ان فکری و نظریاتی قلعوں کے انہدام کا بھی مشاہدہ کیا۔

یہ خوش کن گمان بھی گزرتا ہے کہ آنے والے دنوں میں افسانہ، یاد نگاری اور ہو سکتا ہے کہ ناول اُن کے تخلیقی جوہر کا اظہار بن جائے۔ زیرِ نظر مجموعہ کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی بھی جان سکتا ہے کہ حامد میں افسانہ نگاری کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ موضوعات کا تنوع، سلجھے ہوئے زبان و بیاں اور بات کو سلیقہ سے کہنے کا ڈھنگ ان کی تحریر کا خاصا ہے۔ سیاست حامد یزدانی کے افسانوں کا نمایاں موضوع ہے۔ سیاست میں پاکستان کے آمرانہ ادوار حکومت کو انہوں نے اپنے افسانوں میں حدفِ تنقید بنایا ہے۔ 1977 کے اِسی مارشل لاء کی دین تھی کہ لاہور بند کر دیا گیا اور لکھاریوں سے ان کی آزادی چھن گئی۔ اور یزدانی نے بھی اپنے دو افسانوں میں مارشل لاء اور اس کے حالات واقعات کا ذِکر کیا ہے۔ حامد یزدانی کے افسانے پر تبصرہ کرتے ہوئے۔ یوسف عرفان لکھتے ہیں:

> ''ایک جلاوطن شہر کا حزنیہ بھی خوب ہے جس میں ضیاء دور کے اِنقلابی، مزاحمتی اور بعد از ضیا دور کے مفاہمتی ادب نے سب کچھ بدل دیا۔''[۳]

''مرغولے کی طرف آتے ہیں جس میں ایک ادبی اجلاس میں افسانہ پڑھا جا رہا تھا اور اس کی ضیاء الحق دور کی سختیوں کی بات کچھ اِس انداز میں کی جا رہی تھی:

> ''سرسری فوجی عدالتوں کا دور ہے جناب والا فوری فیصلوں سے کیسے بچیئے گا۔ لارنس گارڈن کا جنگلہ بھی مجھے اب جیل کی سلاخیں محسوس ہوتا ہے۔ سیڑھیوں کے پاس بیٹھے سیکرٹری نے چندے کا ڈبہ بند کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ اِس پر صدر اجلاس فوراً بولا: میں تو کہوں گا کہ ہمیں اِن دِنوں ایسی گفتگو سے گریز ہی کرنا چاہیے۔ کہیں بھی، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ سمجھ رہے ہیں نا؟''[۴]

حامد یزدانی کا افسانہ ''ایک جلاوطن شہر کا حزنیہ'' تو مکمل طور پر اسی پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ اِس افسانے پر تبصرہ کرتے ہوئے الف نظامی لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

"ان کی شہرت کا آغاز ۱۹۲۰ء میں اِس وقت ہوا جب انگریزوں کے خلاف ان کی نظم شائع ہوئی۔ وہ بنگلہ کے باغی شاعر مشہور ہوئے۔"[۵]

اُردو ادب میں اِس دور کے اور بھی بہت سے افسانہ نگار تھے جنھوں نے اِس نوعیت کے افسانے لکھے، جیسا مسعود اشعر کا افسانہ "خاموشی"، رشید امجد کا افسانہ "آدم کے بیزار بیٹے" بھی ضیا دور کے پس منظر میں لکھے گئے علامتی افسانوں کا مجموعہ ہے۔

فلسطین ایک ایسی جگہ ہے جو کہ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں تینوں دُنیا کے بڑے مذہبوں کے لیے مقدس مقام ہے۔اِس جگہ پر یہودیوں نے ۱۹۴۸ء میں جب برطانیہ اس سے دستبردار ہوا تو پھر ایک خفیہ معاہدے کی مدد سے اِس پر فوری قبضہ کر لیا۔ قبضے کے بعد چند منٹوں میں امریکہ اور روس نے اِسے تسلیم کر لیا تھا۔تب سے لے کر اب تک مسلمانوں کے ساتھ ظلم و جبر ہوتا رہا۔اُردو ادب میں افسانہ نویسی کی صنف نے آزادی کے بعد اس موضوع کو خاص جگہ دی اس کی وجہ فلسطینیوں کے خلاف بڑھتا ہوا ظلم و جبر جو بوڑھوں، عورتوں، بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔حامد یزدانی نے اپنے افسانوی مجموعے "خالی بالٹی اور دوسرے افسانے" میں ایک بہت جامع انداز میں مسئلہ فلسطین اور اس پر ملکوں کی دھڑے بندیوں کا ذِکر بہت عمدہ انداز میں کیا ہے۔اور یزدانی کا افسانہ "نوسٹاپنگ زون" بذاتِ خود ایک علامت ہے جس کی نوعیت کا اندازہ اِس افسانے کے آخری جملوں سے ہوتا ہے، مثلاً:

"جہاں انھوں نے اپنی کار کھڑی کر رکھی تھی عین اِس کے پہلو میں "نوسٹاپنگ زون" کا سائن سرخ و سیاہ رنگ میں احتجاج کر رہا تھا۔"[۶]

حامد یزدانی نے اِس افسانے میں اُن لوگوں کو شامل کیا جنھوں نے جان بچانے کے لیے اپنے ملک سے بھاگ کر کینیڈا میں پناہ لی تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کے دور میں مسلمان ممالک کے چند لوگ بھی صرف ذاتی مفاد کی خاطر ان کی حمایت میں کھڑے ہیں۔ایسا ہی واقعہ حماس اور فتح کے ساتھ بھی ہوا۔دراصل یہ سازش ہے۔اسرائیل کو اور زیادہ تقویت دینے کی۔اِس کا ذِکر حامد یزدانی اپنے افسانے میں کچھ یوں کرتے ہیں:

"ظلم یہ ہے کہ فلسطینی بھی فلسطینی کے خلاف ہے۔دونوں دھڑوں کے رہنماؤں کی آپس میں بنتی نہیں۔حماس والے فتح کی حکومت کو اسرائیل کا پٹھو قرار دیتے ہیں اور فتح والے کچھ دوسرے ملکوں کی ہم نوائی میں حماس کو دہشت گرد تنظیم سمجھتے ہیں۔ان اختلافات سے فائدہ کس کو ہوتا ہے۔آپ خوب سمجھ سکتے ہیں۔۔۔اسرائیل کو۔۔۔"[۷]

اِس کے بعد حامد یزدانی نے افسانے میں کینیڈا کے ملکی قوانین پر طنز بھی کیا، وہاں پر موجود لوگوں نے فلسطینیوں کے حق میں ریلی نکالی اور ہزاروں لوگ اس میں شریک ہوئے اور اس کے برعکس اسرائیل کے حق میں تقریب رکھی گئی۔افسانے میں اِس کا ذِکر کچھ یوں ہے:

"اور اُدھر وفاقی دارالحکومت آٹوا میں جو اسرائیل کے حق میں پریڈ کی گئی اِس کے چھ کونی نیلے ستارے والے جھنڈے لہرا لہرا کر۔۔۔کیا یہ بات ثابت کرنے کو کافی نہیں کہ کتنے لوگ ظلم کو روا رکھنا جائز سمجھتے ہیں اور وہ ایسا کر کے اسرائیل کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔"[۸]

حامد یزدانی نے اِس افسانہ میں ہمارا دھیان فکر کی طرف مرکوز کرنے کی کوشش کی ہے وہ یہ ہے کہ یہودی لوگ چاہے غیر ممالک میں موجود ہی کیوں نہ ہوں لیکن وہ اپنے مقصد کو کبھی بھی فراموش نہیں کرتے ہیں۔

دورِ جدید کے انسان نے اپنی زندگی کو پر آسائش اور ترقی یافتہ تو بنا لیا ہے لیکن ترقی کی اس دوڑ اور برق رفتاری کی وجہ انسان کئی داخلی مسائل کا شکار ہو گیا ہے۔انہی مسائل میں سے ایک ذہنی اضطراب یا بے چینی بھی ہے۔ذہنی اضطراب کا شکار افراد ہمارے ارد گرد معاشرے میں ہر طرف دکھائی دیتے ہیں۔حامد یزدانی کے افسانوں میں بھی ہمیں مختلف مقامات پر کردار ذہنی الجھنوں میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔جو کہ دراصل جدید معاشرے کی دین ہے اس کے متعلق یوسف عرفان لکھتے ہیں:

"ان کے افسانے انسانی زندگی دنیا اور دل و دماغ کی پیچیدہ گتھیوں کو سادہ مگر دلچسپ انداز میں بیان کرتے ہیں۔"[۹]

حامد یزدانی کے افسانے ''ایک جلا وطن شہر کا حزینہ'' افسانے کا مرکزی کردار جب ایک طویل عرصے کے بعد وطن واپس آتا ہے تو اپنے شہر اور لوگوں کے رویوں کا اس کے ذہن پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

''وہ سوچ رہا تھا۔۔۔اور اسے جلد فیصلہ کرنا تھا کہ وہ کس شہر میں رہنا چاہتا ہے۔ کش مکش سے آزادی کا شاید یہی ایک راستہ تھا ورنہ یادوں اور خیالوں کے شہر کا اس شہر میں بساتے ہوئے شاید اس کی باقی ساری عمر بیت جاتی۔۔۔ یہ بہت کام تھا۔ نیا شہر بسانا شاید اتنا مشقت طلب نہ ہو جتنا پرانا شہر از سرِ نو آباد کرنا ہے۔''[۱۰]

اسی طرح حامد یزدانی کا افسانہ ''رات'' کا کردار بھی بڑے ذہنی تناؤ کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ جس کی وجہ تنہائی ہے ''ٹیوب'' افسانے کے اختتام پر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ لکھاری فلیش بیک تکنیک کا استعمال کر کے ذہنی انتشار میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ اس جدید دور کا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔

کہانی اور محبت ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں ہر افسانہ نگار چاہے وہ جس قدر بھی علامتی یا پھر مزاحمتی ہو اس کے ہاں محبت کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ ہر افسانہ نگار کے ہاں اس کا بیان مختلف طریقے سے ملتا ہے۔ حامد یزدانی کے افسانوں میں جابجا اپنے وطن اور شریکِ حیات سے محبت دکھائی گئی ہے۔ یہ کتاب ان کی محبت کو لازوال بنا کر قاری کو متاثر کرتی ہے اور وہ اس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ حامد یزدانی کا یہ افسانوی مجموعہ رومانوی یادوں کی ایک ڈائری کی صورت معلوم ہوتا ہے۔

یوسف عرفان اس بارے میں لکھتے ہیں:

''حامد یزدانی کی رومانوی ماضی پسندی Romantic Nostalgia نے یادوں کی خوب رونق لگا رکھی ہے۔''[۱۱]

حامد یزدانی کا افسانہ Love Letter جس میں بنگال اور پاکستان کے دو پیار کرنے والوں کی سچی کہانی ہے۔ اس کے کردار پروفیسر ظہیر اور ان کی بیگم طلعت نے زمینی فاصلوں کو دلوں کے درمیان نہیں آنے دیا۔ اس کا اندازہ افسانے کے اختتام سے لگایا جا سکتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو: جس میں طلعت حامد یزدانی کے سامنے وہ ''لو لیٹر'' رکھتی ہے جو کہ اس نے ظہیر کو دیا تھا:

''دنیا کا مختصر ترین محبت نامہ۔۔۔! میں نے جذباتی ہو کر کہا تھا۔ یہ یقیناً تمہاری تصویر ہو گی جس کے پیچھے تم نے اس کو بنگلہ میں آئی لو یو لکھا۔۔۔ جی ٹھیک کہا میں نے مگر اس کے دوسری طرف دیکھیے۔ میں نے کارڈ دیکھا تو ایک لمحہ کو پلٹ گیا۔۔۔ بیگم نے بھی اپنی گردن آگے کرتے ہوئے میرے ہاتھ میں تھمے کارڈ کو دیکھا جس پر بنگلہ میں لکھے ''آئی لو یو'' کے پیچھے قائدِ اعظم کی تصویر تھی۔ چمک دار آنکھوں والی، باوقار اور پُر عزم چہرے والی تصویر نے ظہیر کی محبت اور طلعت کا فیصلہ دونوں بیک وقت مجھ پر واضح کر دیئے تھے۔''[۱۲]

حامد یزدانی کے افسانے ''دھند'' میں بھی وطن سے والہانہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ''ٹیوب'' ان کا ایک اور منفرد نوعیت کا افسانہ ہے۔ اس میں حامد یزدانی کی اپنی بیوی کے ساتھ محبت ایک منفرد انداز میں دکھائی دیتی ہے۔ حامد یزدانی کا افسانہ ''خالی بالٹی'' تو وطن سے محبت کا ایک پختہ ثبوت ہے جو کہ آفاقی صورت اختیار کر چکا ہے۔

11/9 دنیا کی تاریخ میں بھیانک خواب کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے اثرات دنیا بھر بالخصوص مسلم کمیونٹی پر بہت گہرے ہوئے۔ اس کے نتیجے میں دہشت گردی کی نئی لہر اٹھی۔ اکیسویں صدی کی شروعات میں ہی ملک و قوم میں انتشار پیدا کرنے کے لیے مختلف سیاسی و دیگر مقاصد کے حصول کے لیے لوگوں کو پیسوں اور دین اسلام کی خاطر شہادت کا لالچ دے کر اور ان کی ذہنی تربیت اس طرز پر کر کے کہ تم دین کی خدمت کر رہے ہو اس کا صلہ جنت ہے۔ حامد یزدانی نے بھی غالباً ۲۰۰۹ء کے حالات جب دہشت گردی عروج پر پہنچی تھی اس موضوع کو اپنے افسانوں میں بیان کر کے لازوال بنا دیا۔

حامد یزدانی نے اپنے افسانے ''مرغولے'' میں بڑے دلچسپ انداز میں مختلف مسلکوں میں پائے جانے والے خوف وہراس اور دہشت گردی کے اثرات کو بیان کر کے وضاحت کی ہے کہ دہشت گردی کا تعلق کسی ایک مخصوص مکتب فکر سے نہیں ہے بلکہ ان کے مقاصد کچھ اور ہیں۔ مثلاً وہ افسانے میں ایک جگہ پر دو مختلف مذہبی مقامات پر حملہ کا ذکر کر کے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس کے پیچھے کوئی اور مقاصد ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"بس اللہ اللہ کیا کرو۔ توبہ استغفار کیا کرو۔ یہی تقویٰ ہے، یہی ایمان ہے۔۔۔اور کہا ہے! میں کہتا ہوں یہ جو ہمارے شہر میں بم دھماکے کرتے پھرتے ہیں۔ پچھلے جمعہ بیری والی مسجد میں بے گناہ نمازیوں کی جانیں لے لیں اور اتوار کو ادھر امام باڑے میں فائرنگ کر کے ظالموں نے۔۔۔ کیا کہوں اب! کچھ خدا کا خوف نہیں ان بد بختوں کو کون ہیں یہ لوگ؟ ایمان والے تو نہیں ہو سکتے۔ انسان کو کوئی ڈر ہوتا ہے۔ ان کو تو نہ قانون کا خوف ہے نہ رب کا۔۔۔" [۱۳]

حامد یزدانی نے اس انداز سے دہشت گردی کے اس دور کے حالت کو بیان کیا ہے اس کے علاوہ اس افسانے میں شخصیت کا دوسرا رخ بھی دکھائی دیتا ہے کہ جو لوگ صرف دوسروں کو اللہ سے ڈرنے کا پیغام دیتے ہیں جب بات ان کے بچوں پر آتی ہے تو خود دوسرا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

مسلمانوں کا المیہ بھی یہ رہا ہے کہ انھوں نے غیر مسلموں سے تو دوری اختیار کی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی ایک مسلک نے دوسرے مسلک کے مسلمان بھائی کے لیے نفرت کی ایسی آگ بھڑکائی ہے۔ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ حامد یزدانی نے اپنے افسانے "حوض" میں ایک امام مسجد کے کردار کے ذریعے سے فرقہ وارانہ تعصب پسندی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"دین کے نام پر کیا کیا دکانیں کھول رکھی ہیں لوگوں نے تم ابھی نئے نئے ہو۔ آہستہ آہستہ سمجھ جاؤ گے۔ بس اللہ اصلی دین کو سمجھنے کی توفیق دے! ورنہ کیا کیا سودا بک رہا ہے کس کو پہچان ہے۔ اصل کی (امام) صاحب کہتے چلے گئے۔" [۱۴]

کرونا عہد حاضر کی ایک ایسی عالمی وبا ہے جس کا آغاز ۲۰۱۹ء میں ہوا اور ۲۳ جنوری ۲۰۲۰ء میں سب سے پہلے شہر کو لاک ڈاون کیا گیا۔ یہ ایک ایسی وباء تھی جس سے لوگ اپنے سگے رشتہ داروں سے انتہائی خوفزدہ دکھائی دیتے تھے۔ اس موذی مرض کا نام "کروناوائرس" ہے۔ اس نے دنیا کے تقریباً تمام تر ممالک کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ لاکھوں کروڑوں لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حامد یزدانی نے حالات حاضرہ کی عکاسی کرتے ہوئے اپنے افسانے "خاکی تھیلا" میں اسی وباء کے پس منظر میں لکھا ہے۔ کہ عالمی وباء کی وجہ سے معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کو نہایت فنکارانہ مہارت سے بیان کیا ہے اس سے متعلق امجد طفیل تحریر کرتے ہیں:

"خاکی تھیلا" میں کووڈ 19 کی صورت حال میں انسانی کردار کے اندر تبدیلی کی خوبصورت عکاسی ہے۔۔۔ افسانہ نگار نے بڑی چابکدستی اور ہنر مندی سے چند جملوں میں عالمی وباء کے بعد طرز زندگی کو ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔" [۱۵]

اس مختصر سے جملے میں ہی عالمی وباء کے اثرات مہذب معاشروں کی پابندیاں اور عوام کا ان پر عمل کرنے کا پورا منظر انسانی آنکھوں میں بس جاتا ہے۔ اس افسانے کا کردار جسے افسانے میں "وہ" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے یوسف عرفان کے نزدیک خالد سہیل صاحب ہیں وہ رقمطراز ہیں:

"ان کے افسانے "خاکی تھیلا" نے کینیڈا کی زندگی پر کرونا کے اثرات کو خوب بیان کیا ہے۔ اور اس کے ایک حقیقی کردار ڈاکٹر خالد سہیل کو بھی امر کر دیا ہے۔" [۱۶]

اس کے علاوہ اس عالمی وباء کے اثرات اور لوگوں کے خوف کو بڑی عمدگی کے ساتھ افسانے "نوسٹاپنگ زون" میں بیان کیا ہے۔ دراصل اس وباء نے انسان کو انسان سے اس قدر خوف ناک کر دیا تھا کہ وہ ہاتھ ملانے اور کسی کی مدد کرنے سے بھی کتراتے تھے۔ اس کا واضح ثبوت حامد یزدانی کا فلسطینی ڈرائیور سے یہ مکالمہ ہے:

"نہیں نہیں اس میں زحمت کی کیا بات ہے بس وباء کی وجہ سے ڈر لگتا ہے۔ مگر آپ نے بھی تو ماسک پہن ہی رکھا ہے۔ اور پھر اللہ ہے نا! وہی حفاظت کرنے والا ہے۔" [۱۷]

اس طرح سے اس عالمی وباء کروناوائرس اور اس کے اثرات کو نہایت سادگی اور عمدگی کے ساتھ قاری کے گوش گزار حامد یزدانی کے کمال فن پر دلالت ہے۔

حامد یزدانی نے اپنے افسانوں میں نہ صرف انسان کے داخلی اور خارجی مسائل کو عمدگی سے موضوع بنایا بلکہ ملکی مسائل جس میں سیاسی ابتری، شدت پسندی، دہشت گردی، فرقہ واریت جیسے اہم اور نازک مسائل کو اپنے افسانوں کے موضوع بنایا اور قاری کو سوچنے اور فکر کی دعوت دی۔ ملکی سیاست کے علاوہ عالمی سیاست ترقی یافتہ ممالک کے ہتھکنڈے، کمزور ممالک کا استحصال بھی ان کے افسانوں کے موضوعات میں نظر آتا ہے وہ ایک ذی شعور اور پختہ سیاسی و سماجی شعور رکھنے والے لکھاری ہیں جو ان کی تحریروں میں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

شفاف نظر آتا ہے۔ان کے افسانے موضوعاتی تنوع کے ساتھ ساتھ اسلوبیاتی حوالے سے بھی کسی منجھے ہوئے کہانی کار سے کم نہیں ہیں۔ان کے افسانوں میں آنے والے دور کے ایک عمدہ افسانہ نگار کے امکانات دکھائی دیتے ہیں۔

حوالہ جات

1۔ راقمہ کا حامد یزدانی سے انٹرویو، کینیڈا، ۱۹ مارچ ۲۰۲۳ء، دن ۲ بجے
2۔ راقمہ کا حامد یزدانی سے انٹرویو، کینیڈا، ۱۳ اپریل ۲۰۲۳ء، دن ۴ بجے
3۔ یوسف عرفان، حامد یزدانی کا افسانوی جہاں اور خالی بالٹی، مشمولہ، بیاض (ماہنامہ)، لاہور: ستمبر ۲۰۲۱ء، ص ۸۲
4۔ حامد یزدانی، خالی بالٹی اور دوسرے افسانے، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۲۱ء، ص ۳۰
5۔ ایضاً، ص ۱۸۲
6۔ ایضاً، ص ۷۴
7۔ ایضاً، ص ۷۱
8۔ ایضاً، ص ۷۱
9۔ یوسف عرفان، حامد یزدانی کا فسانوی جہاں اور خالی بالٹی، ص ۸۱
10۔ حامد یزدانی، خالی بالٹی اور دوسرے افسانے، ص ۱۷۹
11۔ یوسف عرفان، حامد یزدانی کا فسانوی جہاں اور خالی بالٹی، ص ۸۰
12۔ حامد یزدانی، خالی بالٹی اور دوسرے افسانے، ص ۸۶
13۔ ایضاً، ص ۱۲۵
14۔ ایضاً، ص ۱۰۱
15۔ امجد طفیل، حامد یزدانی کے افسانے ایک تعارف، مشمولہ: خالی بالٹی اور دوسرے افسانے از حامد یزدانی، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۲۲ء، ص ۱۲
16۔ حامد یزدانی، خالی بالٹی اور دوسرے افسانے، ص ۶۸
17۔ ایضاً، ص ۱۰